AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

آیات متعارضہ (بظاہر) کے تناظر میں تفسیر تفہیم القرآن اور تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن کا تقابلی جائزہ

A comparative Analysis of Tafseer Tafhīm-ul-Qur'ān and Al-Kawthar fi Tafsīr al-Qur'ān in the context of (Apparent) Conflicting Verses

Muhammad Sajjad
PhD Scholar ،Dept of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
Email: msajjadiiu75@gmail.com.
Dr. Ghulam Haider
Associate Professor ،Chairman: Dept of Hadith The Islamia University of Bahawalpur
Email: ghulam.Haider@iub.eud.pk

Abstract

Islam presents a comprehensive code of life, and the final revealed book, the Holy Qur'an, remains a perpetual source of guidance for humanity until the Day of Judgment. Although certain verses may appear to conflict at first glance, this paper argues that no genuine contradictions exist within the Qur'an. Employing a descriptive-analytical methodology, the study draws upon the tafsirs of the distinguished Sub-continent scholars Maulana Syed Abul A'la Maududi and Allama Sheikh Mohsin Ali Najafi, both of whom assert, through rigorous argumentation, that the Qur'an is entirely free from contradictions. After providing a concise introduction to these mufassireen and their exegetical works, the paper selects and analyses four instances of apparently contradictory verses. Grounded in narrations of the Holy Prophet (SAWS) and the experts' fiqh knowledge, both Maududi and Najafi offer coherent reconciliations that demonstrate the consistency and integrity of Qur'anic revelation. The findings aim to clarify misunderstandings and reinforce the Qur'an's role as an enduring, coherent guidance for believers.

Key words: Holy Qur'an, Apparent Contradiction , Revelation , Exegeses.

تعارف:

یہ امر انکار سے بالا ہے کہ قرآنِ کریم اللہ رب العزّت کا ایک ایسا قیم و مستقیم کلام ہے، جو ہر قسم کے اختلاف، اختلال، تعارض اور تناقض سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزّت نے ارشاد فرمایا:

"الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا"[1]

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر ایسی کتاب نازل کی جس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے"۔

اور فرمایا

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚوَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا"[2]

"کیا وہ قرآن پر غور و تدبر نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کے نزدیک ہوتا، تو اس میں بہت اختلاف ملتے۔"

لہٰذا حق تعالیٰ نے قرآن کو قیم و مستقیم بنایا ہے، اور اس میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں۔

اصل میں تو تعارض صرف اس شخص کے کلام میں ممکن ہے جس پر نسیان سوار ہو، جس کا علم ناقص یا نامکمل ہو، جو بھول جاتا ہو کہ پہلے کیا کہا اور اب کیا کہہ رہا ہے، یا آئندہ کیا کہے گا۔ ایسے شخص کے کلام میں تعارض ہونا ناگزیر ہے۔ اس کے برعکس، خداوندِ قدوس نسیان، ذہول اور تمام نقص و عیوب سے مبرّا ہے۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے، جیسا کہ ارشاد ہے

"لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا"[3]

"جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے، اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے"۔

چونکہ اس کو ماضی، حال اور مستقبل کا مکمل علم ہے، اس لیے اس کے کلام میں تعارض یا اختلال کی گنجائش نہیں۔

تاہم بعض جگہوں پر جب تعارض کا شبہ ہوتا ہے، تو یہ محض ظاہری اختلاف ہوتا ہے۔ تدبر اور غور کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی آیت دوسری آیت سے متعارض نہیں۔ علامہ زمخشری[4] (م:538ھ) فرماتے ہیں:

"من الاختلاف؟ قلت: ليس باختلاف عند المتدبرين"[5]

"یہ اختلاف؟ میں کہتا ہوں کہ یہ تعارض متدبرین کے نزدیک نہیں۔"

یہ بیان اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ قرآن میں تعارض دراصل عدم تدبر یا ناقص تدبر کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص صحیح تدبر کے ساتھ مطالعہ کرے، اسے قرآن میں کسی قسم کا تعارض یا تضاد محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ تدبر ہی تطبیق کا ذریعہ ہے۔

مفسرین اہلِ علم نے صحیح احادیث اور سالم عقلی دلائل کی روشنی میں آیاتِ متعارضہ کے درمیان تطبیق اور توجیہات پیش کی ہیں، تاکہ ہر آیت دوسرے سے ہم آہنگ ہو جائے۔ البتہ یہ توجیہات و تطبیقات تفسیر کی کتابوں میں مختلف انداز اور تفصیل کے ساتھ منتشر ہیں۔ بعض مقامات پر اجمالاً اشارہ ہوتا ہے، اور کہیں تخصیص یا واضح بیان کے ساتھ اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔

اسی عظیم علمی کردار میں برصغیر کے مفسرین نے خاصا قیمتی کام کیا ہے۔ چنانچہ اس مقالہ میں صاحب "تفسیر تفہیم القرآن" اور صاحب "تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن" کی کوششوں کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے گا، تاکہ اس بات کی وضاحت ہو سکے کہ قرآن میں ظاہری تعارض کو کس طرح رفع کیا جاتا ہے۔

تفسیر تفہیم القرآن:

مفسر کا تعارف:

ولادت و آغازِ سفر:

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو دکن کے شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علمی و روحانی اعتبار سے معروف تھا، اور ان کے والد، سید احمد حسن مودودیؒ، نے ان کی ابتدائی تربیت گھر میں ہی فرض کی، جہاں انہیں عربی، فارسی، اصولِ منطق، عقائد اور اخلاق کی تربیت دی گئی۔ پاسِ ماجرا یہ ہے کہ والد کی علالت اور حالات نے ان کے رسمی مدرسہ طُلبی کو اکثر بریک لگا دی، مگر علامہ مودودیؒ نے مطالعہ، تحقیق اور مستقل کاوش کے ذریعے خود کو ایک روشن علم و فکر کا مینار بنایا[6]۔

صحافتی اور فکری سفر:

مولانا مودودیؒ نے جوانی میں ہی صحافت کو علم و فکر کی پلیٹ فارم کے طور پر اپنایا۔ 1918 میں وہ مختلف اردو اخبارات میں مضامین لکھنے لگے، اور جلد ہی "تاج" اور "مسلم" جیسے رسائل کے مدیر بنے۔ سنہ 1932 سے انہوں نے اپنا ماہنامہ ترجمان القرآن شائع کرنا شروع کیا، جو ان کی فکری جدوجہد اور دعوت کی بنیاد بنا۔ سید مودودیؒ نے اسلام کو محض عبادات و اخلاق کا ضامن نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی قرار دیا۔ اُنہوں نے مغربی نظریات جیسے سیکولرازم، قوم پرستی، سرمایہ داری اور سوشلسٹ نظام کا علمی و منطقی رد پیش کیا اور حکومتِ خداوندی، حاکمیتِ توحید اور اطاعتِ رسالت کے اصول پر مبنی نظریہ پیش کیا[7]۔

جماعت اسلامی کا قیام:

اگست 1941ء میں مولانا مودودیؒ نے لاہور میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی، تاکہ ایک نظریاتی تحریک کے تحت قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی نظامِ حیات کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ جماعت اسلامی کو صرف سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک تربیتی اور نظریاتی تحریک کا درجہ دیا گیا، جو ہر دور میں خلافت الٰہیہ کے قیام کا عزم لیے ہوئی تھی. تقسیم ہند کے بعد، اُنہوں نے پاکستان منتقل ہو کر جماعت کی فعالیت کو نئے سیاق و سباق میں ڈھالا[8].

علمی خدمات اور اہم تصانیف:

مولانا مودودیؒ نے اسلامی فکر و دعوت میں گرانقیمت خدمات انجام دیں۔ اُن کی سب سے معروف تالیف تفسیرِ تفہیم القرآن ہے، جو اردو زبان میں ہے اور قرآن کو مفہومی انداز سے پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے. اس کے علاوہ ان کی دیگر اہم کتب میں الجہاد فی الاسلام، دینِ حق، مسئلہ خلافت و ملوکیت، اسلامی تہذیب و اصولِ مبادی، پردہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے اپنے افکار کو نہ صرف برصغیر بلکہ مختلف زبانوں میں ترجمہ شدہ کتب کے ذریعے عالمی سطح تک پہنچایا، اور متعدد تحریکات اسلامی پر وہ اثر انداز ہوئے[9]۔

جدوجہد، مشکلات اور قید و بند کی زندگی:

مولانا مودودیؒ کو پاکستان میں متعدد مرتبہ قید و پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔ سنہ 1948 تا 1950، اور 1953 تا 1955 کے عرصے میں انہیں گرفتار کیا گیا. سنہ 1953 میں ان پر موت کی سزا بھی عائد ہوئی، لیکن بعد میں اسے عمر قید میں تبدیل کیا گیا اور بالآخر اس سزا کو منسوخ کیا گیا۔ اس کے علاوہ موازی سیاسی و عسکری تقاضوں، پابندیوں اور نظریاتی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا.

آخری ایام اور وفات:

سید مودودیؒ کی صحت طویل عرصے سے ناساز رہی۔ اپریل 1979ء میں وہ علاج کے لیے امریکہ گئے، اور 22 ستمبر 1979ء کو بوفالو، نیویارک میں انتقال کر گئے۔ ان کی تدفین لاہور کے علاقے منصورہ (میں کی گئی[10]۔

میراث اور اثرات:

سید مودودیؒ کا فکری ورثہ آج بھی تحریکِ اسلامی، علمی بحث و مباحثے اور نوجوان نسل کے لیے محرک ہے۔ ان کے فلسفے نے جماعت اسلامی، اخوان المسلمون اور دیگر اسلامی تحریکوں کو متاثر کیا ہے، اور ان کی کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں دستیاب ہیں۔

تعارف تفسیر:

تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اردو تفسیر ہے جس نے قرآن مجید کے مفاہیم کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس کا آغاز سنہ 1942 میں ہوا اور تقریباً تیس سال کی محنت کے بعد چھ جلدوں کی صورت میں مکمل ہوئی، آخری جلد 1972 میں شائع ہوئی۔ اس تفسیر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قرآن کو محض زبان و تاریخ کا مطالعہ نہ سمجھا جائے بلکہ ایک زندہ ضابطۂ حیات کے طور پر پیش کیا جائے جو فرد و اجتماع، سیاست، معیشت اور تہذیب کے مسائل کا حل پیش کرے۔ تفہیم القرآن کی اہم خصوصیات میں اس کی عام فہم زبان، منطقی تسلسل وسیاق وسباق کی پاسداری، علمی و فکری انداز، سیاسی و تمدنی شعور اور جامع حوالہ جات شامل ہیں جن سے قاری کی فہم وسیع ہوتی ہے۔ اس کی قبولیت بہت وسیع ہے، اردو بولنے والے دنیا میں اور دیگر زبانوں میں ترجمے کی صورت میں یہ تفسیر دینی مدارس، علمی حلقوں اور عام مسلمانوں کے مطالعے اور رہنمائی کا ایک مرجع بن چکی ہے۔ البتہ، بعض علما نے علامہ مودودیؒ کے سیاسی و فقہی نقطہ نظر، صحابہ کرام اور عقائد کے بعض معاملات پر اختلافات اٹھائے ہیں، اور اہلِ علم سے یہ کہا جاتا ہے کہ ان اختلافات کو جانتے ہوئے کتاب کا مطالعہ کیا جائے، تاکہ صحیح وغلط میں تمیز ممکن ہو

تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن:

مفسر کا تعارف:

شیخ محسن علی نجفیؒ پاکستان کے کلیدی شیعہ علما میں شمار ہوتے تھے۔ اُنہوں نے قرآن کی تفسیر، دینی تعلیم وتربیت، اور بین المسلمین اتحاد کے فروغ میں اپنی زندگی وقف کی۔ علمی وتربیتی ادارے، ادبی تصانیف اور اجتماعی خدمات ان کی شخصیت کا لازوال حصہ ہیں۔

ابتدائی زندگی و تعلیمی آغاز:

محسن علی نجفیؒ کا سالِ پیدائش ۱۹۴۳ء ہے، اور وہ منٹھوکھا (بلتستان، ضلع خرمنگ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہی اپنے والد مولانا حسین جان سے حاصل کی، مگر ۱۴ سال کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد، انہوں نے علما جیسے سید احمد موسوی کی شاگردی اختیار کی۔ سنہ ۱۹۶۳ء میں انہوں نے سندھ کے مدرسہ مشارع العلوم میں داخلہ لیا اور ایک برس کے اندر اردو زبان بھی سیکھ لی۔ اس کے بعد وہ پنجاب تشریف لائے، جہاں دارالعلوم جعفریہ خوشاب اور جامعۃ المنتظر لاہور سے مربوط رہے[11]۔

نجف اشرف میں اعلیٰ دروس:

۱۹۶۶–۶۷ء کے قریب، علامہ نجفیؒ نے عراق کے شہر نجف اشرف میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ وہ وہاں آیت اللہ خوئیؒ اور شہید محمد باقر الصدرؒ سمیت دیگر نامور علما کے شاگرد رہے، علامہ نے فقہ، اصول، تفسیر، فلسفہ اور کلام میں مہارت حاصل کی اور علمی تربیت کا سفر جاری رکھا[12]۔

وطن واپسی اور علمی و ادارتی خدمات:

1974ء میں علامہ نجفیؒ وطن واپس آئے اور اسلام آباد میں آئندہ خدمات کا آغاز کیا۔ انہوں نے جامعۃ الکوثر جیسے دینی ادارے قائم کیے، اور ملک بھر میں مدارسِ اہل البیتؑ کا نیٹ ورک شروع کیا۔ ساتھ ہی اُسوہ ایجوکیشن سسٹم جیسے معیاری نظامِ تعلیم و تربیت کا اجرا کیا گیا، جو جدید اور دینی تعلیم کو ملا کر چلتا ہے۔ وہ پاکستان میں آیت اللہ سیستانی کے نمائندے رہے اور سپریم کونسل اہلِ بیتؑ پاکستان کے سربراہ کے منصب پر فائز رہے۔

اہم تصانیف و علمی خدمات:

نجفیؒ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں اہم علمی تالیفات پیش کیں۔ ان کی سب سے معروف تالیف الکوثر فی تفسیر القرآن ہے، جو اردو میں ایک جامع تفسیرِ قرآن ہے۔ ایک اور نمایاں کام بلاغ القرآن ہے، جو قرآن کا ترجمہ اور مختصر تفسیر پیش کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے تہذیبِ فکرِ اسلامی، فلسفہ، حقوقِ نسواں اور دیگر موضوعات پر بھی تصانیف تحریر کیں[13]۔

وفات و اثرِ علمی:

شیخ محسن علی نجفیؒ کا انتقال ۹ جنوری ۲۰۲۴ء اسلام آباد میں ہوا۔ نمازِ جنازہ جامعۃ الکوثر میں ادا کی گئی، اور ملک بھر سے علماء، طلبہ اور عوام نے شرکت کی۔ ان کے علمی و تربیتی اثرات آج بھی مدارس، مراکزِ تحقیق اور دعوتی سرگرمیوں میں مؤثر ہیں۔ وہ نہ صرف دینی اور علمی حلقوں بلکہ سماجی فلاحی خدمات میں بھی سرگرم رہے—زلزلہ زدگان یا سیلاب متاثرین کی مدد، مدارس و مراکز کی تعمیر، اور دیگر فلاحی منصوبے ان کی کاوشوں کا حصہ تھے[14]۔

تعارف تفسیر:

الکوثر فی تفسیر القرآن علامہ شیخ محسن علی نجفیؒ کی وہ ممتاز اردو تفسیر ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے اور اسے دار القرآن الکریم نے شائع کیا ہے۔ اس تفسیر کا محور مکتبِ اہلِ بیتؑ کا قرآنی نقطہ نظر ہے، جہاں مؤلف نہ صرف آیات کی تبیین کرتا ہے بلکہ مستشرقین و دیگر مکاتبِ فکر کے اعتراضات کا مفصل و علمی جواب پیش کرتا ہے۔ مؤلف نے تفسیر کا منہج ترتیب وار اپنایا ہے، یعنی قرآنِ مجید کی سورۃ و آیات کو ابتدا سے انتہا تک تسلسل کے ساتھ تشریح کیا ہے تاکہ قاری کو سیاق و سباق کا پتا چلے اور مفاہیم کا تسلسل واضح ہو۔ جلدِ اول میں ایک مفصل مقدمہ پیش کیا گیا ہے جس میں موضوعاتی مباحث جیسے وحی، معجزہ، اسماءِ الحسنیٰ، قرآن کی تدوین، نسخ اور تحریف کے مسایل زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ تفسیر کی تشریحات میں مؤلف نے ترجیح دی ہے کہ قرآن کی کسی آیت کی وضاحت دوسرے قرآنی آیات کی روشنی میں کی جائے، یعنی قرآن کو قرآن سے بیان کیا جائے، تاکہ مفہوم کا جامع و خود بسندانہ انداز قائم ہو۔ علاوہ ازیں، مؤلف نے مستند روایات منقولہ از اہلِ بیتؑ کو وسیع پیمانے پر شامل کیا ہے تاکہ تشریح میں معصومینؑ کی تعلیمات کی روشنی ملے اور عقلی و منطقی استدلال کا انداز بھی کارفرما ہے، خصوصاً جب مختلف اعتراضات و سوالات کا جواب دینے کی نوبت آتی ہے۔ اس کے علاوہ، عصرِ حاضر کے چیلنجز اور سوالات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے، تاکہ قاری کو نہ صرف نظری فہم بلکہ عملی رہنمائی بھی ملے۔ ہر جلد کے اختتام پر موضوعاتی فہرست فراہم کی گئی ہے، تاکہ طلبہ و محققین مخصوص موضوع تلاش کرنے اور تحقیق کرنے میں آسانی محسوس کریں

آیات متعارضہ کے حوالے سے تفاسیر کا تقابل:

قرآن مجید کی بے مثال بلاغت، فصاحت اور معنوی یکجہتی کے باوجود، بعض صورتوں میں اس کے اندر ایسی آیات ملتی ہیں جن کی ظاہری تشریحات مختلف مفاہیم کی جانب اشارہ کرتی ہیں—یعنی آیاتِ متعارضہ۔ قدیم وجدید مفسرین نے ان آیات کو حل کرنے کے لیے مختلف منہج اپنائے ہیں، بعض نے روایات اور تنزیل کی ترتیب کو بنیاد قرار دیا، اور بعض نے فلسفیانہ، کلامی اور منطقی استدلال کا سہارا لیا ہے۔ یہ بہت اہم موضوع ہے کہ مولانا مودودیؒ اور علامہ نجفیؒ نے ان متعارض آیات کی تشریح میں کون سے اصول اپنائے، اور ان کی تشریحات میں ہم آہنگی کس طرح قائم ہوئی۔ اس کے لیے ہم آگے مثالیں پیش کریں گے اور دونوں مفسرین کے منہج کا موازنہ کریں گے۔

تعارض نمبر 1- سورۃ البقرہ کی آیت 143 کے تحت "لنعلم" کی تعبیر میں ظاہری اشکال۔

" وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ"[15]

"اور ہم نے وہ قبلہ جو تم اُس کی طرف تھے مقرر ہی اس لیے کیا کہ لِنَعْلَمَ کہ کون رسول کی پیروی کرنے والا ہے اور کون منہ پلٹ جائے گا" لفظ لِنَعْلَمَ لغوی معنی "تاکہ ہم جان لیں" ہے، مگر اس میں چند ظاہری اشکالیں پڑ سکتی ہیں:۔

اللہ کو علم کی ضرورت؟ اگر اللہ ہر شے کا پہلے سے خبر دار ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس حکم کو اس لیے جاری کرے کہ "ہم جانیں"؟ تجربی یا امتحانی مفہوم؟۔ کیا یہ حکم صرف ایک امتحان تھا تاکہ ایمان والوں اور ناجائزوں کی تمیز ہو جائے؟ اگر ایسا ہے، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے علم پایا تھا، اور پھر جاننا چاہا؟ امرِ تشریعی اور تشکیلی کے مابین فرق، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "لِنَعْلَمَ" کا مفہوم شرعی حکمت کا حصہ ہے یا صرف رخِ قبلہ کی تبدیلی کا عملی امتحان تھا؟ اس چیلنج کا حل مفسّرین نے مختلف منہج سے پیش کیا ہے۔ ہم یہاں پر مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن کی تشریح کو پیش کریں گے۔ مولانا مودودیؒ اس ظاہری تعارض کے حل میں فرماتے ہیں:

"قبلہ کی ابتدائی تعیین (بیت المقدس کی طرف رخ) ایک حکیمانہ آزمائش تھی، تاکہ لوگوں کے باطنی رجحانات ظاہر ہوں، وہ کون لوگ جو رسول ﷺ کی خلوصِ نیت سے اتباع کریں گے، اور کون وہ جو رسم ورواج، نسلی تعصب یا ظاہری رسم ورسومات کو دین سمجھیں گے۔ مولانا مودودیؒ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اللہ کے لیے علم کا فقدان ممکن نہیں، بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اعمال ورویے عملاً سامنے آئیں اور سچوں وجھوٹوں کا فرق نمایاں ہو"[16]

اب ہم مولانا مودودیؒ کی تفصیل اور اس تشریح کی منطقی بنیادوں کی روشنی میں ان نکات کا جائزہ لیں گے:

1- یہ حکم محض سمت بدلنا نہیں، بلکہ انسانی وفاداری کا امتحان تھا۔

2- "لِنَعْلَمَ" کا مفہوم تشریعی اور امتحانی دونوں جہتیں رکھتا ہے، اللہ خود جانتا ہے، مگر اس حکم کے ذریعہ لوگوں کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔

3- اس تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ تفسیر کا مقصد صرف الفاظ کی وضاحت نہیں، بلکہ دین کی حکمتوں، انسانی بصیرت اور عملی نصاب کو اجاگر کرنا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے علمِ الٰہی کے کامل و ہمہ گیر ہونے کو برقرار رکھتے ہوئے، اس تعارض کو حل کیا کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں کا مقصد بندوں کے اعمال کو ثبوت کے طور پر ظاہر کرنا ہے، نہ کہ خود اللہ کو علم حاصل کرنا۔

علامہ محسن علی نجفیؒ اپنی تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن میں اس ظاہری تضاد کا یہ حل پیش کرتے ہیں کہ لفظ "لِنَعْلَمَ" سے مراد علمِ ظاہری اظہار ہے، نہ کہ علمِ ذاتی یا حصولِ علم۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو کسی شے کا ناواقف رہنا ممکن نہیں، بلکہ یہ حکم ایک حکمت آمیز طریقہ تھا تاکہ قبلہ کی تبدیلی کے ذریعے ایمان والوں کے اعمال آشکار ہوں اور ان کے مطابق جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے۔ علامہ نجفیؒ اس بات پر زور

دیتے ہیں کہ یہ امتحان اللہ کے علم میں کسی کمی کا باعث نہیں بلکہ بندوں کے رویے علانیہ منظرِ عام پر لانے کا ذریعہ ہے۔ نیز، وہ سمجھاتے ہیں کہ قرآن بعض مواقع پر ایسی تعبیرات اختیار کرتا ہے جو عوام الناس کی فہم کے موافق ہوں، جیسا کہ لِنَعْلَمَ، تاکہ معانی آسانی سے سمجھے جائیں اور حقیقی تعارض سے بچا جائے"[17]۔

تجزیہ:

مولانا مودودیؒ اور علامہ نجفیؒ دونوں نے لفظ "نَعْلَمَ" کی تشریح میں یکساں اصول اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا علم حاصل کرنے کی حاجت نہیں، بلکہ اس کا مقصد بندوں کے اعمال کو ظہور دینا ہے۔ مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ قبلہ کی ابتدا ایک حکیمانہ آزمائش تھی تاکہ باطنی رجحانات آشکار ہوں، خلوص کی جانچ ہو، اور بندے اپنی سمت کا انتخاب کر سکیں۔ ان کے نزدیک یہ حکم محض سمت بدلی کا نہیں بلکہ وفاداری کی کسوٹی تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "لِنَعْلَمَ" کی تشریعی و امتحانی دونوں جہتیں ہیں، اللہ خود جانتا ہے، مگر اس حکم نے لوگوں کی حقیقت کو آشکار کیا۔ اس تشریح کا مقصد محض الفاظ کی وضاحت نہیں، بلکہ دین کی حکمتوں، انسانی بصیرت و عملی رہنمائی کو اجاگر کرنا ہے۔ علامہ نجفیؒ نے "لِنَعْلَمَ" کی تعبیر کو علمِ ظاہری اظہار قرار دیا، نہ کہ علمِ ذاتی یا حصولِ علم، اور اس بات پر زور دیا کہ اس کلمات کا استعمال قرآن نے عوام الناس کی فہم کے مطابق کیا تاکہ معانی آسانی سے سمجھے جائیں اور حقیقی تضاد کا تاثر نہ پیدا ہو۔ دونوں مفسّرین نے اس تعارض کو اس طرح حل کیا کہ وہ نہ صرف اللہ کے کامل علم کو برقرار رکھتے ہیں، بلکہ تشریع و امتحان کے فکری زاویے کو بطور ہدایت و امتحان پیش کرتے ہیں۔

تعارض نمبر 2: شفاعت و دوستی کے مسئلے میں قرآنی آیات کا ظاہری تعارض۔

قرآن مجید میں روزِ قیامت کی چند آیات شفاعت کی نفی کرتی ہیں، اور کچھ مخصوص حالات کے تحت اس کی اجازت دیتی ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت 254 میں شفاعت کی قطعی نفی ملتی ہے، جبکہ آیت الکرسی (آیت 255) اور دیگر سورتیں جیسے طٰہٰ، زخرف اور انبیاء اس تصور کو معیّن شرائط کے تحت بیان کرتی ہیں۔ اس ظاہری اختلاف نے مفسّرین میں علمی بحث کو جنم دیا ہے کہ کیا حقیقتاً شفاعت ہوگی؟ اگر ہوگی، تو کس کو، اور کن شرائط پر؟ مولانا مودودیؒ کی تفسیر تفہیم القرآن اس بحث میں نمایاں مقام رکھتی ہے؛ انہوں نے شفاعت کے اختلافی بیانات کو اذنِ الٰہی، عدالتِ خداوندی اور استحقاقِ عملی جیسے اصولوں کے حوالے سے اس طرح ہم آہنگ کیا ہے کہ نہ تو یہ تصور متناقض بنتا ہے اور نہ ہی توحید کا عقیدہ متاثر ہوتا ہے۔ اس تجزیے کا مقصد مولانا مودودیؒ کے نقطۂ نظر کو واضح کرنا ہے کہ کس طرح انہوں نے شفاعت کو منطقی و قرآنی اصولوں کے تحت منظم کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ"[18]

مولانا مودودیؒ سورۃ البقرہ کی آیت 254 کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"اے ایمان والو! وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے وہ دن آجائے، جب نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی فائدہ دے گی، اور نہ ہی سفارش کچھ کام آئے گی۔ بے شک وہ لوگ ظالم ہیں جو کفر کی راہ پر گامزن ہیں[19]"۔

تفسیر کے حوالے سے مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ "اس آیت سے چار اقسام کے افراد مراد ہو سکتے ہیں: (1) کفر اختیار کرنے والے، (2) وہ جو مال کی محبت میں مبتلا ہو کر اللہ کا حکم ترک کر دیں، (3) روزِ قیامت پر ایمان نہ لانے والے، اور (4) وہ لوگ جو یہ غلط خیال رکھتے ہوں کہ سفارش و دوستی ان کی مدد کرے گی۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ تشبیہ انسان کی حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے دی گئی ہے نہ کہ اللہ کے علم

میں کمی لانے کی۔اس طرح انہوں نے اس آیت کی تشریح میں بندوں کی حالت کی کسوٹی کے طور پر پیش کیا ہے، اور اللہ کے کافر اور ظالم لوگوں کی حقیقت کو واضح کیا ہے[20]"۔

مولانا مودودیؒ کے نزدیک اس آیت کا اصل مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ قیامت کے دن دنیاوی ذرائع—جیسے مال، تعلقات، اثر و رسوخ یا سفارش—بے اثر ثابت ہوں گے۔ دنیا میں لوگ نجات یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں، تعلقات بناتے ہیں یا سفارش تلاش کرتے ہیں، مگر قیامت میں یہ تمام سہولتیں کارگر نہ ہوں گی۔ مولانا مودودیؒ یہاں شفاعت کی مطلق نفی نہیں کرتے بلکہ غیر مجاز، غیر مستحق اور بے بنیاد سفارش کی نفی کرتے ہیں۔یعنی کوئی بھی شخص اپنا یا دوسروں کا رابطے، اثر یا سفارش کی بنیاد پر اللہ کے سامنے رجع نہ کر سکے گا۔

سورۃ البقرہ کی آیت 255 کا ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کون ہے جو اس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔[21]

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ بیان دراصل اُن مشرکین کے غلط تصور کی سخت تردید ہے جو خیال کرتے تھے کہ ان کے بت، بزرگ یا غیر ذی وقوف شخص قیامت کے دن اللہ کے سامنے سفارش کریں گے اور انہیں نجات دلوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس خیال کو قطعی رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کوئی بھی سفارش نہیں کر سکے گا مگر اس کی وہ اجازت دے جسے خود اللہ منتخب کرے۔ اور وہ اجازت بھی محض دعوے یا تعلق کی بنیاد پر نہیں ہو گی؛ بلکہ اس کو دی جائے گی صرف اُس کے لیے جو اللہ کی نظر میں مستحق ہو[22]"۔

مولانا مودودیؒ کے نزدیک، اگر شفاعت ہو گی بھی، تو صرف اللہ کے اذن سے ہو گی۔یعنی صرف وہ لوگ سفارش کرنے کے مجاز ہوں گے جنہیں خود اللہ اجازت دے، اور صرف وہی لوگوں کی سفارش قبول ہو گی جنہیں اللہ منظور کرے۔ یہ آیت پہلی آیت کی وضاحت و تخصیص ہے۔ قیامت کے دن عام سفارش کارگر نہیں ہو گی، بلکہ صرف اللہ کی اجازت یافتہ شفاعت ہی قابل قبول ہو گی۔

سورۃ الزخرف آیت 67- متقین کی دوستی کا فائدہ:

مولانا مودودیؒ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "جب وہ دن آئے گا تو متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے[23]"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"روزِ قیامت وہ صرف دوستیاں باقی رہیں گی جو نیکی، تقویٰ اور اللہ کی رضا پر مبنی ہوں گی، یعنی وہ تعلقات جو دین کی خدمت، حق کی حمایت اور نیک مقصد کے لیے قائم کیے گئے ہوں۔ دنیاوی مفادات، گناہ، ظلم، خود غرضی یا لالچ کی بنیاد پر بنیں وہ سب رابطے قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائیں گے۔ اس دن واضح ہو جائے گا کہ کن کی دوستی دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ مند تھی، اور کن کا ساتھ دونوں جہانوں میں نقصان اور بربادی کا باعث تھا[24]"۔

مولانا مودودیؒ نے ان آیاتِ میں ظاہری تعارض کو تین بنیادی اصولوں کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی ہے، سب سے پہلے، انہوں نے یہ واضح کیا کہ شفاعت مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ صرف اللہ کے اذن کے بغیر ممنوع ہے۔ دوسرے، قیامت کے دن صرف وہ سفارش قابل قبول ہو گی جو اللہ نے مخصوص دائرہ اختیار میں اجازت دی ہو۔ اور تیسرا، وہ مؤکد ہیں کہ وہی دوستیاں اور سفارشات ثمر آور ہوں گی جو ایمان، تقویٰ اور نیکی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہوں۔ یعنی وہ روابط جن کے پس پردہ دنیاوی مفاد، فریب، یا ظلم ہو، وہ قیامت کے دن بے اثر ثابت ہوں

گی۔ اس مبنی فکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مودودیؒ نے شفاعت کے تصور کو نہ صرف قرآن کے متضاد بیانات کے ساتھ ہم آہنگ کیا بلکہ عقیدہ توحید اور عدلِ الٰہی کو بھی محفوظ رکھا۔

ان آیات مبارکہ کے درمیان ظاہری تعارض کے بارے میں علامہ محسن نجفی لکھتے ہیں: "قیامت کے روز دنیاوی سہارے تجارت، دوستی یا سفارش وغیرہ—کام نہ آئیں گے۔ وہاں صرف وہ مال کارگر ہوگا جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا گیا ہو۔ نجات کے لیے سب سے بہتر عمل یہی ہے کہ انسان اپنی کمائی اللہ کی راہ میں دے، نہ کہ اسے دنیاوی مقاصد کی خاطر جمع کرے۔ اسلام بھی یہی درس دیتا ہے کہ مال کا مقصد حصولِ آخرت ہونا چاہیے، نہ کہ دنیاوی دکھاوے یا مفاد۔ مال خرچ کرنا محض فریضہ نہیں بلکہ نیکی کا اعلیٰ ذریعہ ہے، اور جو شخص دنیا میں اللہ کے دین کے لئے بخشش کرے گا، قیامت کو اس کے پاس نجات کا سامان ہوگا۔ مگر جو مال خرچ نہ کرے، اس کے لیے آخرت میں نہ تجارت کا سہارا رہے گا، نہ دوستیاں فائدہ دیں گی، نہ سفارش کام کرے گی، ایسے لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے[25]"۔

سورۃ البقرہ کی آیت 255 کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "علامہ محسن علی نجفیؒ نے اپنی تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ لفظ اذ نصرف اجازت کا معنی نہیں رکھتا، بلکہ اس میں اختیار و منصب کا مفہوم بھی شامل ہے—یعنی اللہ نے وہ منصب اور اختیار خود مقرر کیا ہے کہ کون شفاعت کرنے کا اہل ہوگا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شفاعت کرنے والے افراد (مثلاً انبیاءؑ، اولیاء، صالحین) بذاتِ خود شفاعت کا حق نہیں رکھتے، بلکہ وہ اس اعلیٰ مرتبے اور مخصوص شرائط کے حامل ہوں گے جنہیں اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ علامہ نجفیؒ نے شفاعت کی چند اہم شرائط بھی واضح کی ہی، پہلی شرط یہ ہے کہ شفاعت اللہ کے حکم سے ہو، نہ کہ خود ساختہ؛ دوسری یہ کہ شفاعت کرنے والا مقامِ اعتبار میں اللہ کے نزدیک قبول ہو؛ اور تیسری، جن لوگوں کے لیے شفاعت کی جائے ان کے اعمال میں راست بازی یا نیکی کا عنصر ہونا ضروری ہے[26]"۔

سورۃ الزخرف کی آیت 67 کے تناظر میں لکھتے ہیں: "یہ آیت اس بات کی تنبیہ ہے کہ قیامت کے دن دنیاوی سہارے جیسے دوستی، تجارت یا سفارش بے اثر ہو جائیں گے، خصوصاً وہ تعلقات جو صرف دنیاوی مفاد کی بنیاد پر تھے۔ مگر بر خلاف اس عمومیت کے، "الا المتقین" کے استثناء کے تحت وہ دوستیاں باقی رہیں گی جو اخلاصِ محبت، تقویٰ اور دین کی خدمت پر مبنی ہوں گی۔ ان پرہیزگاروں کے درمیان شفاعت اور مدد کا جذبہ بھی باقی رہے گا، بشرطیکہ وہ اللہ کی اجازت اور اصولِ شفاعت پر پورے اتریں[27]"۔

تجزیہ: مولانا مودودیؒ اور علامہ محسن علی نجفیؒ نے شفاعت اور دوستی کے مسئلے کو قرآن کے مختلف بیانات کے مابین توازن قائم کرنے کے لیے مختلف نقطہ نظر پیش کیے ہیں۔ مولانا مودودیؒ تین اصول پیش کرتے ہیں: شفاعت مطلق ممنوع نہیں مگر اللہ کے اذن کے بغیر ممنوع ہے؛ قیامت کی شفاعت وہی قابل قبول ہوگی جو اللہ نے مخصوص دائرہ اختیار میں اجازت دی ہو؛ اور صرف وہ دوستیاں و سفارشات مفید رہیں گی جو ایمان، تقویٰ اور نیکی کی بنیاد پر ہوں، وہ جو دنیاوی مفاد یا تعلق پر مبنی ہوں، قیامت میں بے اثر ہوں گی۔ اس نقطہ نظر سے مولانا مودودیؒ نے شفاعت کے تصور کو قرآن کی ظاہری تضادات کے ساتھ ہم آہنگ رکھا اور عقیدہ توحید و عدلِ الٰہی کو محفوظ رکھا۔

دوسری جانب، علامہ نجفیؒ نے اپنی تفسیر الکوثر میں اس اختلاف کو "عموم و خصوص" کے اصول کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سفارش و دوستی کی نفی عام گناہگاروں کے لیے ہے، جب کہ متقین و اللہ کے مقرب افراد کے لیے اللہ کی اجازت سے شفاعت اور حقیقی دوستی باقی رہے گی۔ اس طرح دنیاوی تعلقات قیامت کے دن بے اثر ہوں گے، سوائے ان تعلقات اور اعمال کے جو اللہ کی رضا اور تقویٰ پر مبنی

ہوں۔ نتیجتاً، علامہ نجفیؒ یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں ظاہری تضاد نہیں بلکہ ایک ہم آہنگ توازن ہے جہاں آیتِ البقرہ ۲۵۴ میں اہل کفر کی شفاعت کی نفی ہے، مگر دیگر آیات مومنوں کی سفارش کی اجازت دیتی ہیں، اور علامہ نجفیؒ نے باذوق وبرتری اس فرق کو اجاگر کیا ہے۔

تعارض نمبر 3: وساوسِ قلبیہ پر مؤاخذہ۔

قرآنِ مجید میں ہر آیت حق بیان کرتی ہے اور آپس میں مکمل مطابقت ہے، مگر بعض مقامات پر ظاہری تضاد محسوس ہوتا ہے جو قاری کے ذہن میں سوال کھڑا کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۴ میں ارشاد ہے کہ "چاہے تم دل میں کچھ چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اس کا حساب لے گا"، جبکہ آیت ۲۸۶ یہ واضح کرتی ہے کہ "اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔ یہ تضاد بظاہر الجھن پیدا کرتا ہے، مگر علمی تفسیر میں اسے قرآن کے کل تناظر، مقاصدِ شریعت اور احادیث کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے۔

علامہ مودودیؒ مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کا اختیار کامل، لامحدود اور مطلق ہے۔ وہ چاہے تو کسی کو معاف کر دے اور چاہے سزا دے؛ کوئی عمل اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ وہ ہر شے پر قادر ہے، اپنے قوانین کا مالک ہے اور چاہے تو انہی قوانین سے انحراف بھی کر سکتا ہے۔ اُس کے فیصلوں پر نہ کوئی اعتراض اٹھا سکتا ہے اور نہ کوئی روک سکتا ہے، کیونکہ تمام عالم میں اعلیٰ ترین اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان پر وہی ذمہ داری رکھی جاتی ہے جو اس کی طاقت کا دائرہ ہے۔ اگر کوئی کام انسان کے اختیار یا طاقت سے باہر ہو، تو اللہ اُس کا مؤاخذہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر اس کے پاس اختیار و قدرت ہو تو اس سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اس لیے انسان کی نیت، کوشش اور اختیار کو بنیاد بنا کر ہی اللہ تعالیٰ اعمال کا فیصلہ کرتا ہے، اور ہر شخص کی ذمہ داری اس کی استطاعت کے مطابق مقرر ہوتی ہے[28]"۔

مولانا مودودیؒ کی تشریح کے مطابق دونوں آیات کے درمیان کوئی حقیقی تعارض نہیں ہے، پہلی آیت اللہ تعالیٰ کی کامل علم و قدرت کو بیان کرتی ہے، اور دوسری آیت اس کے عدل و رحمت کا اظہار ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں کوئی خیال غیر ارادی طور پر آئے تو اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا، مگر جب وہ خیال ارادے اور اختیار کی صورت اختیار کر لے اور عمل کی صورت میں آئے، تب اس کا حساب ہوگا۔ اس ظاہری تعارض کے جواب میں علامہ محسن نجفی لکھتے ہیں: "معاشرتی زندگی کا مکمل اسلامی نظام تبھی قائم ہو سکتا ہے جب صرف قوانین ظاہری طور پر نافذ نہ ہوں بلکہ دلوں کی صفائی اور اخلاقی اصلاح بھی ہو۔ اسلامی احکام کا مقصد صرف بیرونی نظم و ضبط قائم کرنا نہیں بلکہ انسان کے باطن کو بھی سنوارنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے — اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور اگر خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے — وہ دل ہے۔ یعنی بہترین معاشرہ وہ ہے جہاں ظاہری قوانین اور باطنی انقلاب دونوں یکجا ہوں، جہاں دل کی درستگی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ اسلامی احکام کا نفاذ ہو۔ اور آیت 286 کے متعلق لکھتے ہیں: قرآنِ کریم کی اس آیت سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ انسان پر ذمہ داری اس کی استطاعت کے مطابق عائد کی جاتی ہے — عقل، علم یا قوت جتنی ہے، اتنی ہی ذمہ داری۔ پھر آیت کا دوسرا جزو اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ہر فرد اپنے اعمال کا خود مؤاخذہ کرنے والا ہے۔ اگر اس پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائے، تو اس کا مؤاخذہ بے معنی ہوتا ہے، جیسا کہ "كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ[29]" بیان کرتی ہے[30]"۔

وساوسِ قلبیہ غیر اختیار یہ پر مؤاخذہ نہیں، مگر دل کے اختیاری ارادوں کا اللہ علم رکھتا ہے۔ اس کے بعد مومن اللہ کے عفو و رحمت کے لیے دعا کرتا ہے کہ بھول و چوک پر سزا نہ ہو اور ذمہ داری اس کی طاقت سے زیادہ نہ ہو۔ علامہ نجفیؒ نے تفسیر الکوثر میں ان دونوں آیات کو "علمِ کامل" اور "وسعتِ ظرفِ الٰہی" کے تناظر میں ایک مکمل توازن کے طور پر پیش کر کے ظاہری تعارض رفع کیا ہے۔

تجزیہ: مولانا مودودیؒاللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت، عدل اور رحمت کو متوازن طور پر پیش کرتے ہیں، یعنی قدرتِ الٰہی اور انسانی اختیار کے مابین توازن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نقطے پر ان کا استدلال ہے کہ ظاہری اور باطنی دونوں آیات کو ایک جامع نظریے کے تحت سمجھا جائے، نہ کہ ہر ایک آیت کو تنہا پڑھ کر تضاد نکالا جائے۔ ایسے علمی رویے نے مولانا مودودی کی تفسیر کو عام قاری کے لیے قابلِ قبول بنایا ہے۔ علامہ نجفیؒ کا مؤقف بنیادی طور پر یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کا وجود محض ظاہری قوانین سے ممکن نہیں، بلکہ باطنی انقلاب، دل کی اصلاح اور اخلاقی تربیت کا امتزاج ضروری ہے۔ اس نقطے سے ان کا اہم نکتہ یہ ہے کہ صرف قانون سازی کافی نہیں بلکہ انسانی روح کی تربیت مرکزیت رکھتی ہے۔

ممکنہ حدود و چیلنجز: مولانا مودودیؒ کی تشریح اگرچہ منطقی اور منصفانہ معلوم ہوتی ہے، لیکن بعض قرآنی مفسّرین اور اہلِ کلام ممکنہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اس طرح کی تفہیم میں غیر ارادی خیالات کی حدود کا تعین دشوار ہوتا ہے۔ یعنی پرسش یہی ہے کہ کیا ہر خیال بالذات غیر ارادیخیال مان لیا جائے، یا اس میں نیت کا عنصر کیسے طے ہو؟

علامہ نجفی کے نقطۂ نظر کا چیلنج یہ ہے کہ اگر صرف باطنی اصلاح پر زور دیا جائے تو قانون اور شریعت کا عملی پہلو کمزور پڑ جاتا ہے؛ اور اگر صرف قانون نافذ کی جائے مگر اخلاق نہ ہو تو وہ معاشرہ سطحی اور شکن زدہ رہ جائے گا۔ علامہ نجفی کا نقطہ درست ہے لیکن اسے عملی نفاذ اور شریعت کی حدود کے ساتھ متوازن کرنا ضروری ہے۔

نقطۂ امتزاج اور ممکنہ توازن: مولانا مودودیؒ کا نظریہ ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت اور انسانی اختیار دونوں کو قرآن کی روشنی میں متفق سمجھا جائے۔ یہ فکری قالب ایسے قاری کے لیے قابل عمل رہتا ہے جو تضاد سے پریشان ہوتا ہے۔ علامہ نجفیؒ کی توجہ "باطنی اصلاح + ظاہری قانون" کے امتزاج پر ہے، جو عملی اور روحانی دونوں جہتوں کو یکجا کرنے کی دعوت ہے۔ یہ نقطہ معاشرتی استحکام، قانون کی پابندی اور اخلاقی تربیت کے امتزاج کو فروغ دیتا ہے۔

تعارض نمبر4: روح قبض کرنے کی نسبت میں بظاہر تعارض۔

قرآن مجید میں روح قبض کرنے کے عمل کو مختلف آیات میں مختلف ہستیوں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے—مثلاً سورۃ الانعام (آیت 61) میں یہ کام "ایک جماعت فرشتگان" کو بتایا گیا ہے، سورۃ الزمر (آیت 42) میں یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب ہے، اور سورۃ السجدہ (آیت 11) میں یہ "مَلَکُ الْمَوْتِ" یعنی مرنے کا فرشتہ قرار پاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ اختلاف معلوم ہوتا ہے، مگر مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" میں اسے نہایت حکمت اور یکسانیت کے تناظر میں سمجھایا ہے۔ ان کے مطابق یہ تینوں نسبتیں دراصل ایک ہی نظام کے مختلف پہلو ہیں—یعنی روح قبض کرنا ایک کُلّی نظام ہے جس میں یہ تینوں حوالہ جات معلّق ہیں اور تناقض نہیں بلکہ ہم آہنگی ہیں۔

سورۃ الانعام کی آیت 61 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ اپنے بندوں پر پورا غلبہ رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آن پہنچتا ہے تو اُس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں وہ اس کام کے انجام دینے میں ذراسی بھی سستی نہیں کرتے۔[31]

اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: یعنی ایسے فرشتے جو تمھاری ایک ایک حرکت اور ایک ایک بات کی نگرانی کرتے ہیں اور تمھارے ہر عمل کو لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔[32]

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ خصوصی فرشتے مقرر کیے ہیں جو اس کی تمام گفتار، اعمال اور ارادوں کو نہایت باریکی سے ریکارڈ کرتے ہیں۔ یہ فرشتے ہمیشہ انسان کے ہمراہ رہتے ہیں—چاہے انسان زبان سے کچھ کہے، کوئی خیال دل میں لائے، یا کوئی چھوٹا سا عمل کرے، یہ سب ان کے نوٹس میں آجاتا ہے۔ ان کی نگرانی اتنی دقیق ہے کہ انسان کی ہر جنبش، ہر ادا، ہر جسمانی یا زبانی حرکت ان کے علم میں ہوتی ہے۔ مگر یہ صرف نگرانی نہیں کرتے؛ انہوں نے یہ سب کچھ محفوظ کرنا ہے تاکہ قیامت کے دن اس انسان کا ایک مکمل اور منصفانہ ریکارڈ پیش کیا جائے۔ یہ پورا نظام اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عدل مکمل ہے اور اس کے ہاں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں رہتی۔

مولانا مودودیؒ سورۃ الزمر کی 42 آیت کا ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انسان کی روح کو اُس وقت قبض کرلیتا ہے جب اس کی موت کا وقت آتا ہے، اور جو لوگ ابھی مرے نہیں ہوتے، ان کی روحیں بھی نیند کے دوران ایک طرح سے قبض کرلی جاتی ہیں۔ پھر جن کے لیے موت کا فیصلہ ہوچکا ہوتا ہے، ان کی روحیں روک لی جاتی ہیں، اور باقی لوگوں کی روحیں دوبارہ ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی کا مقررہ وقت پورا کریں۔ اس حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔[33]

"مولانا مودودیؒ اس آیت کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا شعور اور ادراک وقتی طور پر معطل ہوجاتا ہے۔ اس کیفیت میں انسان زندہ ہے مگر بے خبری اور بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو بھی ایک طرح کی موت قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب انسان سوتا ہے، اس کا جسم زندہ رہتا ہے، مگر وہ سوچنے، سمجھنے اور شعور رکھنے کی قوت سے عاری ہوجاتا ہے۔ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اُس کے گرد کیا ہو رہا ہے، کون آیا اور کون گیا۔ اس کیفیت کو نیند چھوٹی موت کہا گیا ہے۔ اس طرح جیسے موت میں روح واپس نہ آتی، اسی طرح نیند میں بھی روح وقتی طور پر شعور سے منقطع ہوتی ہے، اگر اللہ نہ چاہے تو وہ واپس نہ آئے۔ اس لیے سونا اور مرنا ایک دوسرے کے قریب صورتیں ہیں، اور اس اعتبار سے نیند اور موت کو آپس میں مشابہ سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مثال کے ذریعے ہر انسان کو یہ باور کروانا چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا صرف اسی کی مرضی ہے۔ انسان کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وہ جو اس کی نیند میں روح واپس بھیجتا ہے—یا روک لیتا ہے، وہی دوبارہ موت کے بعد بیدار کرنا اور انسان کو حساب و کتاب کے لیے اٹھانا بھی اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ چونکہ حقیقت یہی ہے، اس لیے وہی اصل مالک اور فیصلہ کرنے والا ہے، نہ کہ کوئی آدمی یا بزرگ جسے لوگ شفاعت کنخیا لکرتے ہیں[34]"۔

مولانا مودودیؒ سورۃ السجدہ کی آیت 11 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان سے کہو: "موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمھیں مکمل طور پر قبضہ میں لے لے گا پھر تم اپنے خالق حقیقی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[35]

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی تمھارا وہ ہم مٹی میں رل مل نہ جائے گا، بلکہ ہم نے تمھاری روح کو محفوظ رکھا ہے اور قیامت کے دن اسی کو واپس لوٹائیں گے تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا یا سزا دی جاسکے۔[36]

اس ظاہری تعارض کے جواب میں علامہ نجفیؒ لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ قہار ہے—یعنی ہر شے پر غالب اور ہر خلق پر قادر، اور اس قہریت کے تحت وہ انسانوں کی حفاظت کے لیے مخصوص فرشتے مقرر فرماتا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت ۱۸ میں ارشاد ہے: "وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً "تم پر محافظ بھیجتا ہے۔ علامہ نجفیؒ کے نزدیک یہ محافظ فرشتے دو طرح کے کام انجام دے سکتے ہیں، ایک گروہ مفسّرین کا خیال ہے کہ یہ فرشتے دراصل انسان کے اعمال کو لکھنے، ثبت کرنے اور محفوظ رکھنے کے ذمہ دار ہیں، جیسا کہ قرآن نے کہیں اور فرمایا "وَإِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحَافِظِينَ، كِرَامًا كَاتِبِينَ، يَعۡلَمُونَ مَا تَفۡعَلُونَ"[37] "یعنی عزت والے کاتب فرشتے ہیں جو تمہارے افعال جانتے ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ فرشتے انسان کی جان اور اس

کی زندگی کی مدت کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی وہ اس کی عمر پر نظر رکھتے ہیں اور موت تک اس کی جان کے ضامن ہیں۔ چونکہ آیت میں موت کا ذکر آیا ہے، اس لیے بعض مفسّرین اس کو جان کی حفاظت کے ایک قرینہ کے طور پر لیتے ہیں۔ لہٰذا علامہ نجفیؒ کہہ رہے ہیں کہ یہ "حفظۃ" وہ محافظ فرشتے ہیں جو نہ صرف اعمال محفوظ کرتے ہیں بلکہ زندگی کو موت سے محفوظ رکھنے والا پہلو بھی ان کی ذمہ داری میں شامل ہے[38]"۔

علامہ محسن علی نجفی نے اپنی تفسیر الکوثر میں واضح کیا ہے کہ جن قرآنی آیات میں انسان کی روح قبضے کا ذکر آتا ہے اور مختلف ہستیوں (اللہ تعالیٰ، مَلَکُ الْمَوْتِ، فرشتے) کا تذکرہ ملتا ہے، یہ تضاد نہیں بلکہ ایک ہی کارروائی کی مختلف سطحوں کی عکاسی ہیں۔ مثلاً، وہ بتاتے ہیں کہ روح قبض کرنے کا اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ "اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا[39]" کی آیت میں آیا ہے؛ پھر اس قبضے کا مباشرتی فاعل وہ مَلَکُ الْمَوْتِ ہے، جیسا کہ "قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ[40]" میں ارشاد ہوا؛ اور اس کے ساتھ اس کارِ عمل میں معاون فرشتوں کا گروہ بھی کام کرتا ہے، جیسا کہ "حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا[41]" کی آیت بتاتی ہے۔ علامہ نجفیؒ کے مطابق، روح قبض کرنے کا عمل ایک منظم سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملَکُالمُوتکیمباشر تفرشتوں کیمعاونت، اور مختلف آیات میں مختلف ہستیوں کا ذکر اسی تسلسلِ مراحل کی نشاندہی کرتا ہے نہ کہ تضاد۔

تجزیہ:

مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں خاص طور پر آیتِ سُورۃ الزمر کی آیت 42 کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انسان کی روح کو موت کے وقت قبض کرتا ہے، اور نیند کی حالت میں بھی وہی روحیں توقّفی حالت میں لے لیتا ہے۔ نیند کے اندر روحِ انسان کے شعور، ادراک، ارادہ وغیرہ وقتی معطل ہو جاتے ہیں، اس لیے وہ کیفیت موت کی طرف مظاہر میں ایک مشابہ ہے۔ اس سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ انسان سمجھ جائے کہ زندگی اور موت کا اختیار بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے؛ کوئی غیر اللہ اس میں اصل فاعل نہیں۔ اس تشریح کے تناظر میں، مولانا مودودیؒ ان آیات میں ظاہری اختلاف کو تضاد نہیں سمجھتے بلکہ ایک عمیق معنوی درجے سمجھتے ہیں، جہاں اللہ کا قبض روح کا اختیار بیان ہوا، وہاں وہ اصل فاعلکے طور پر ہے؛ جہاں حالتِ نیند بیان ہوئی، وہاں وہ عین اختیار کا مظہر ہے۔

علامہ محسن علی نجفی نے اپنی تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن میں اس موضوع کا جائزہ کچھ مختلف زاویے سے پیش کیا ہے، علامہ نجفیؒ کے نزدیک، مختلف آیات جن میں روحِ انسان کے قبضے کا ذکر ہے (مثلاً اللہ تعالیٰ، مَلَکُ الْمَوْتِ، فرشتے) ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ مختلف سطحیں اور مختلف عوامل ظاہر کرتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عملِ قبضِ روح کا اصلی فاعل اللہ تعالیٰ ہے؛ پھر اس کے حکم سے مَلَکُ الْمَوْتِ وہ عامل ہے جو مباشَرتی کردار ادا کرتا ہے؛ اور پھر فرشتوں کی جماعت معاون ہے۔ یعنی اللہ، ملَکُالمُوتِ، فرشتے کا ایکتسلسلہے۔ علامہ نجفیؒ اس ماڈل کے تحت یہ کہتے ہیں کہ جب قرآن کہے کہ فرشتے روح قبض کرتے ہیں، اور کہیں مَلَکُ المُوتاور کہیں اللہ قبض کرتا ہے—تو ہر حوالہ ایک مختلف سطح پر منظر کار دکھا رہا ہے، نہ کہ قرآنی تضاد۔ اُن کی تشریح اس بات پر زور دیتی ہے کہ یہ نظامِ الٰہی اور کامل حکمت کا مظہر ہے، نہ کہ کسی بے ضابطگی کی دلیل۔

نقاطِ رابطہ اور اختلاف:

نقاطِ رابطہ: دونوں مفسّرین اس بات پر متفق ہیں کہ روحِ انسان کا قبض ہونا صرف ایک مختصر یا عسکری عمل نہیں بلکہ خدا کے اختیار اور حکمت کا مظہر ہے۔ دونوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نیند اور موت کے مابین قرآن نے جو تشبیہ دی ہے، وہ روح کا مؤقت معلق

ہونا ظاہر کرتی ہے — مولانا مودودیؒ نے نیند کو موت کی مانند کیفیت کہا، اور علامہ نجفیؒ نے مختلف سطحیں بیان کیں جن میں روح کا تعلق جسم سے مرتّب ہو جاتا یا منقطع ہوتا ہے۔ دونوں نے یہ کہا ہے کہ مختلف آیات کا اندازِ بیان تضادی نہیں بلکہ متفرق زاویے ہیں۔

نقاط اختلاف: مولانا مودودیؒ زیادہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اصل قبض روح کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور نیند کی حالت کو اس کی مثال کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ نسبتاً تاویلی زبان استعمال کرتے ہیں (مثلاً نیند میں شعور معطل ہونا۔ علامہ نجفیؒ اس کو نظامِ مراحل (سطحیں) کے لحاظ سے مرتب کرتے ہیں — یعنی وہ اصل فاعل، مباشر فاعل، معاون فاعل کا واضح تقسیم پیش کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے نجفیؒ کا تجزیہ تھوڑا زیادہ ساختی (structural) ہے۔ علامہ نجفیؒ شاید مکتبِ امامیہ کے تناظر سے تشریح دیتے ہیں (جیسا ان کی تفسیر کی ساخت سے معلوم ہے)؛ علامہ مودودیؒ اہلِ سنتِ دیوبندی / اصلاحی مکتب کے ہونا کے ناطے تشریح عمومی انداز سے کر رہے ہیں۔

علمی اثرات اور اہمیت: یہ دونوں تشریحات اس لحاظ سے اہم ہیں کہ وہ قرآنی آیات میں بظاہر موجود تعددِ منسوبینعنی مختلف ہستیوں کی طرف روحِ قبض کرنے کا منسوب ہونا، کو تضاد کے طور پر نہیں بلکہ حکمتِ الٰہی کے متنوع مظاہر کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ اس سے مفسّر کے علمی تشخص میں گہرائی آتی ہے۔ اس موضوع پر غور کرنے سے انسان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قوت، علم، حکمت اور زندگی و موت پر اس کے اختیار کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ دونوں تشریحات نے عملی معنی میں بھی اثر چھوڑا ہے، مثال کے طور پر، علامہ مودودیؒ کی تشریح نیند کو موت کی مشابہ کیفیت کہنے کے بعد، انسان کو یہ فکر دلاتی ہے کہ وہ ہر لمحے اللہ کے اختیار میں ہے اس سے اخلاقی بیداری پیدا ہوتی ہے۔ علامہ نجفیؒ کی تشریح سطحیں اور مراحل پیش کرتی ہے، کیونکہ وہ ساختی تجزیے کا ماحول فراہم کرتی ہے۔

نتیجۃ البحث:

پہلے ظاہری تعارض کے تناظر میں دونوں مفسّرین نے لفظ "لِنَعْلَمَ" کی تشریح میں ایک مشترکہ اصول اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کا علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کا مقصد مومنوں کے اعمال و رویّوں کا ظہور ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اسے ایک وفاداری کی آزمائش قرار دیا ہے، جبکہ علامہ نجفیؒ نے اسے علمِ ظاہری اظہار کے طور پر دیکھا ہے، نہ کہ علمِ ذاتی۔ نتیجتاً، یہ ظاہری تعارض (کہ اللہ جاننے کے لیے حکم دیتا ہے) اس طرح حل ہو جاتا ہے کہ یہ علمِ الٰہی کی کمی نہیں بلکہ انسان کی جانچ اور امت کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس تشریح سے قرآن کی ہم آہنگی اور مطابقت کا تصور تقویت پاتا ہے۔ دوسرے ظاہری تعارض میں مفسّرین نے شفاعت اور دوستی کے مسئلے میں قرآن کے مختلف بیانات کے مابین ظاہری تضاد کو حل کرنے کے لیے ٹھوس نقطۂ نظر پیش کیے ہیں مولانا مودودیؒ تین بنیادی اصول بیان کرتے ہیں: (۱) شفاعت مطلق ممنوع نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ممکن نہیں؛ (۲) قیامت کے دن وہی شفاعت قبول ہوگی جسے اللہ نے مخصوص دائرے میں اجازت دی ہو؛ (۳) صرف وہ دوستیاں و سفارشات کارگر ہیں جو ایمان، تقویٰ اور نیکی کی بنیاد پر ہوں، وہ جو دنیاوی مفاد یا تعلق کی بنیاد پر ہوں، قیامت میں بے اثر رہیں گی۔ دوسری طرف، علامہ نجفیؒ عموم و خصوصکے اصول کے تحت دلیل دیتے ہیں کہ شفاعت و دوستی کی نفی عام حکم ہے جو دنیاوی تعلقات پر مبنی افراد کے لیے ہے، جبکہ مومنین، اللہ کے مقرب اور نیک اعمال کے حامل افراد اللہ کی اجازت سے شفاعت و حقیقی دوستی کے مستحق ہیں۔ نتیجتاً، انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن میں تضاد نہیں بلکہ ایک ہم آہنگ توازن پایا جاتا ہے — مختلف آیات مختلف حالات، مراتب اور مخاطبین کے تحت بولی گئی ہیں، نہ کہ کوئی داخلی تناقض۔ تیسرے تعارض ظاہری میں مولانا مودودیؒ نے اللہ تعالیٰ کی مطلق حکمرانی، عدل اور رحمت کو انسانی اختیار کے ساتھ متوازن انداز سے پیش کیا ہے، اور قرآن کی مختلف آیات کو ملا کر ایک جامع نظریاتی فریم ورک میں سمجھنے کی تجویز دی ہے۔ دوسری جانب علامہ نجفیؒ نے اسلامی زندگی پر صرف ظاہری قانون سازی نہیں بلکہ باطنی اصلاح، دل کی تربیت اور اخلاقی ترقی کو مرکزی

اہمیت دی ہے۔ اس طرح دونوں مفسّرین نے علم و انصاف، اختیار و ذمہ داری، اور شریعت و روحانیت کے امتزاج کو اجاگر کیا ہے، اور اس امتزاجی نقطۂ نظر نے قرآنی الفاظ میں بظاہر دکھائی دینے والے تضادات کو ایک ہم آہنگ اور مؤثر شکل دی ہے۔ چوتھے اور آخری تعارض ظاہری میں مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں واضح کیا ہے کہ سورۃ الزمرٰ، آیۃ 42 میں "اللہ تعالیٰ ہی روح قبض کرنے والا ہے" کے بیانات اور نیند کی حالت میں روح کا مؤقت توفّی تشبیہ تضاد نہیں بلکہ مختلف معنوی زاویے ہیں۔ ان کے بقول، پہلے اللہ ہی اصل فاعل ہے، اور جہاں نیند کی مثال ہے وہاں وہ اختیارِ الٰہی کا مظہر ہے۔ دوسری طرف علامہ نجفیؒ نے وضاحت کی ہے کہ مختلف آیات میں روحِ قبض کرنے کا ذکر مختلف سطحوں (اللہ، فرشتے، مَلَکُ الْمَوْتِ) کے لیے ہے، جو تضاد نہیں بلکہ مرحلوں کی نمائندگی ہے۔ دونوں مفسّرین اس امر پر متفق ہیں کہ روح کا قبض ہونا خدا کے اختیار اور حکمت کا اظہار ہے، نہ کہ الفاظ کا لغوی تضاد۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن، 18:15

[2] القرآن، 4: 82

[3] القرآن، 19: 64

[4] محمود بن عمر بن محمد بن عمر جو کہ زمخشری کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی ولادت زمخشر کے مقام پر 467ھ میں ہوئی، بہت بڑے ادیب، شاعر، روایت اور درایت جاننے والے تھے۔

[5] محمود بن عمر زمخشری، تفسیر الکشاف (بیروت: دار الکتب العربیۃ، 1407ھ) 1: 540

[6] خورشید احمد، سید مودودی: ایک تعارف (کراچی، اسلامی ریسرچ اکیڈمی، سن)، 5۔

[7] خالد علوی، فکر مودودی کا مطالعہ (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 2010ء)، 15۔

[8] ایچ بی خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، (قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، 1958ء)، 244۔

[9] خورشید احمد، تفہیم القرآن کا اسلوب و منہج (لاہور: ماہنامہ ترجمان القرآن 5 مئی، 1979ء) 71 / 22۔

[10] خورشید احمد، سید مودودی: ایک تعارف, 11

[11] سوانح حیات محسن علی نجفی، آفیشل ویب سائٹ (پاکستان؛ نقوی، تذکرہ علمائے امامیہ، سن)، 251۔

[12] ایضا: 252

[13] محسن علی نجفی علمی خدمات، آفیشل ویب سائٹ، mohsinali najfi.com

[14] ایضا

[15] القرآن، 2: 143

[16] سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 1972ء) 1 / 120۔

[17] محسن علی نجفی، الکوثر فی تفسیر القرآن (لاہور: مصباح القرآن ٹرسٹ، 1437ھ، طبع چہارم) 1 / 424۔

[18] القرآن 2: 254

[19] مودودی، تفہیم القرآن، 1 / 193۔

[20] ایضا۔

[21] مودودی، تفہیم القرآن، 1 / 194۔

[22] مودودی، تفہیم القرآن،1/194۔

[23] مودودی، تفہیم القرآن،4: 549۔

[24] ایضا۔

[25] نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن،1/ 598۔

[26] نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن،1/ 600۔

[27] نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن،8/ 148۔

[28] مودودی، تفہیم القرآن،1/ 224۔

[29] القرآن،72: 38

[30] نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن1، /654-655۔

[31] مودودی، تفہیم القرآن،1/ 547۔

[32] مودودی، تفہیم القرآن،1/ 547۔

[33] مودودی، تفہیم القرآن،4/ 375۔

[34] مودودی، تفہیم القرآن،4/ 376۔

[35] مودودی، تفہیم القرآن،4/ 41۔

[36] مودودی، تفہیم القرآن،4/ 43۔

[37] القرآن82: 10-12

[38] نجفی،الکوثر فی تفسیر القرآن،3/ 64۔

[39] القرآن،39: 42

[40] القرآن32: 11

[41] القرآن6: 61